مکالمہ بین المسالک میں اظہار رائے کے آداب

ڈاکٹر شیر علی *

محمد جواد مجید *

Dialogue is the best tool to solve the issues and conflicts of the opinions. Interfaith dialogue has gained special attention now a days. The freedom of expression is considered one of the core values of Islam, Because the difference of opinion is a natural phenomenon of human life. Islam gave the right of free expression to every Muslim, Introduced the democratic system of "SHURAH" and made some principles for the expression of views. In this article an attempt is made to describe the principles of expression in Interfaith dialogues. The duty lies on the scholars of each faith that they should pay special attention to these principles in Interfaith dialogue for creating a tolerant and harmonic society.

مذہب اور انسان کا رشتہ قدیم ہے اور ہمیشہ کے لیے قائم و دائم رہے گا۔ اسی طرح مکالمہ اور مذہبی مکالمہ قدیم سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ مذہب انسانی زندگی کے مسائل سے بحث کرتا ہے اور انسانی بحث و تمحیص اور افہام و تفہیم، باہمی تبادلہ افکار اور بات چیت سے ہی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے بہت سے مذہبی مکالمات محفوظ کئے ہیں۔ عصرِ حاضر میں مکالمہ کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور مکالمہ بین المذاہب کی اصطلاح نے بھی کئی تاریخی ادوار دیکھے ہیں۔ لیکن مکالمہ بین المذاہب کی حیثیت و اہداف کا جائزہ لینے سے پہلے یہ اشد ضروری ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر میں ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے "مکالمہ بین المسالک" کا اہتمام کیا جائے۔ آج امتکو اتحاد و یکجہتی کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو اعتصام بالقرآن کا حکم دیتے ہوئے افتراق سے منع کیا گیا ہے۔

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا"(۱)

(اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔)

اجتہادی مسائل میں اختلاف جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ان فروعی مسائل میں تعصب کی روش اپناتے ہوئے اپنے اختیار کردہ راہِ عمل سے اختلاف کرنے والے کو باطل اور کافر قرار دینا ٹھیک

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

نہیں ہے۔ مکالمہ بین المسالک کی اہم صورت یہ ہے کہ فروعی مسائل میں اعتدال اور توازن کا رویہ اختیار کیا جائے تا کہ معاشرہ کو ہر قسم کی اعتقادی کجی، فکری زیغ، عملی ضلال، ذہنی اختلال اور نفسیاتی پیچیدگی سے بچایا جاسکے۔ قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ تفرق وگروہ بندی ملی اتحاد کے منافی ہے اور اس سے امت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے اسی لیے اسلام میں فرقہ پرستی کی مذمت کی گئی ہے

''. وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ''(۲)

(اور ان مشرکین کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔)

اُمتِ مسلمہ فرقوں اور گروہوں کے مصنوعی اتحاد کا نام نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی معنوں میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح اُمتِ واحدہ ہے لیکن موجودہ دور میں فرقہ واریت نے شدت اختیار کر لی ہے اور یہ مسئلہ خاص توجہ کا متقاضی ہے۔ ملی، ملکی اور بین الاقوامی استحکام کے لیے مکالمہ بین المسالک عصر حاضر کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے ملتِ اسلامیہ کا ماضی شاندار رہے کیونکہ عہد صحابہ و تابعین کے پورے خیر القرون میں، اس کے بعد آئمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ بھی اس کا سننے میں نہیں آتا کہ فروعی مسائل میں اختلاف رائے کی وجہ سے ایک دوسرے کو گمراہ، فاسق یا کافر کہتے ہوں۔ اجتہادی اختلاف کی بناء پر جنگ و جدل، توہین اور فقرہ بازی کا تو ان مقدس زمانوں میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

مکالمہ ایک مثبت سرگرمی ہے۔ قرآن وسنت میں اس کے آداب بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

i۔ کلمۂ سوا کی دعوت (مشترکہ امور کی طرف بلانا)

بین المسالک مکالمہ کا بنیادی اصول اور منہج جس کی طرف قرآنِ کریم نے توجہ دلائی ہے، وہ یہ ہے کہ مخاطب کو مشترکہ امور کی دعوت دی جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ''(۳)

(اے پیغمبر کہہ دیجیے! اے اہلِ کتاب آئو ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں

اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب نہ بنائے۔)

رسولِ کریم ﷺ نے اپنے فرمانِ مبارک میں بھی اسی حقیقت کی طرف اِشارہ کیا ہے:

''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعث معاذ رضی اللہ عنہ الی الیمن قال انک تقدم علی قوم اھل کتاب فلیکن اول ماتدعوھم الیہ عبادۃ اللہ فاذا عرفوا اللہ فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیھم خمس صلوٰت فی یومھم ولیلھم فاذا فعلوا فاخبرھم ان اللہ فرض علیھم زکاۃ من اموالھم وترد علی فقرائھم فاذا اطاعوا بھا وتوق کرائم اموال الناس''(۴)

(نبیِ اکرام ﷺ نے جب حضرت معاذ h کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے معاذؓ! تم ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو اہلِ کتاب ہیں۔ لہٰذا تم سب سے پہلے انھیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا، اگر وہ اللہ کو پہچان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ یہ بھی قبول کر لیں تو انھیں مطلع کرنا کہ اللہ نے ان پر ان کے مال کی زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو اِن کے مال داروں سے لی جائے گی اور انہی کے غرباء میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اِس بات کو مان جائیں تو ان کی زکوٰۃ وصول کرنا اور لوگوں کے بہترین مال کو ہاتھ نہ لگانا۔)

مکتوباتِ نبوی ﷺ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکالمہ میں پہلے مشترک امور پر گفتگو کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے شاہِ حبشہ نجاشی کو تحریر کیا:

''اما بعد انی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن''(۵)

(میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے، وہ تمام عیبوں سے پاک ہے، امن دینے والا، نگہبان ہے۔)

نبی کریم ﷺ نے والی بحرین (منذر بن ساوی) کو لکھا:

''فانی احمد اللہ الیک الذی لا الٰہ غیرہ واشھدان لا الٰہ الا اللہ وان محمد ﷺ عبدہ ورسولہ''(۶)

(میں تجھ سے اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔)

رسولِ کریم ﷺ نے ایک اور خط میں یوں تحریر فرمایا:

''فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو لا شریک لہ و ادعوک الی اللہ وحدہ تومن باللہ۔''(۷)

(میں تجھ سے اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تجھے اللہ وحدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ پر ایمان لے آئو۔)

بعض مکتوبات میں شہادت، توحید و رسالت کے ساتھ عقیدۂ آخرت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

''فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیاً ویحق القول علی الکافرین''(۸)

(میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تاکہ ہر زندہ انسان کو (آخرت کا) ڈرسنائوں اور کافروں پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے۔)

ii۔ مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ

بین المسالک مکالمہ میں مخاطب اور فریقِ ثانی کا ادب و احترام ضروری ہے۔ کوئی انداز یا اسلوب ایسا اختیار نہ کیا جائے یا کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جائے جس سے مخاطب کی عزتِ نفس مجروح ہو۔ گفتگو، کلام اور تحریر میں اِس اَمر کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ مکتوباتِ نبوی ﷺ میں شاہان کو خطاب کا انداز یہ ہے:

''من محمد رسول اللہ الی النجاشی عظیم الحبشہ''(۹)

''من محمد عبداللہ و رسولہ الی ھرقل عظیم الروم''(۱۰)

''من محمد محمد عبداللہ و رسول الی المقوقس عظیم القبط''(۱۱)

''من محمد عبداللہ و رسول الی کسریٰ عظیم فارس''(۱۲)

مکتوباتِ نبوی ﷺ سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے مقام و مرتبہ کو تسلیم کرتے ہوئے دعوت دی بالکل اسی طرح آج بھی بین المسالک مکالمہ میں ضروری ہے کہ جو جس مقام اور منصب پر فائز ہے خواہ وہ رُوحانی ہو یا دینی، سیاسی یا سماجی، اس کے مقام، عہدہ اور حیثیت کو مدِ نظر رکھا جائے۔

iii۔ شبہات کا ازالہ کرنا

مکالمہ میں پیدا ہونے والے شبہات کا مناسب ازالہ انتہائی ضروری ہے۔ اگر شبہات کو دُور نہ کیا جائے تو بحث و مناظرہ تک بات پہنچ جاتی ہے جس سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور مناقشہ بھی بڑھ جاتا ہے اس لیے مکالمہ کے دوران پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا مناسب ازالہ ضروری ہے۔ قرآنِ کریم میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں:

''وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ O اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ O وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ''[۱۳]

(اور جب انھیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اِصلاح کرنے والے ہیں۔ خبر دار! یہ لوگ فسادی ہیں لیکن ان کو شعور نہیں ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آئو تو کہتے ہیں کہ ہم ایسا ایمان لے آئیں جیسا کہ بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ خبر دار! یہ لوگ خود ہی بے وقوف ہین لیکن یہ ان کو معلوم نہیں۔)

امام طبری رحمتہ اللہ علیہ نے الا انھم ھُمُ المفسدون اور الا انھم ھم السفھائُ کی تفسیر میں لکھا ہے:

''تکذیب للمنفقین و رد علیھم فیما ادعوہ من الاصلاح و مقابلة للشبھة بما یناسبھا من الصراحة والصرامة''[۱۴]

(اصلاح کی دعوت کے مقابل منافقین کے شبہات کی تکذیب اور ان کا مناسب رد صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔)

اسی طرح انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنی اقوام کے شبہات کا ازالہ کیا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے قول ''اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ''(۱۵) کے جواب میں آپ نے فرمایا:

''يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ''(۱۶)

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی قوم کا شبہ انا لنراک فی سفاھۃ وانا لنظنک من الکذبین کا ازالہ یوں فرمایا:

''يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ''(۱۷(

تمام انبیاء نے اقوام کے شبہات کا ازالہ کیا اسی طرح سنت میں رفع شبہ کی مثال حدیث مسروق ہے جسے امام مسلم نے یوں نقل کیا ہے:

''عن مسروق، قال : قالت عائشہ، یا أبا عائشہ ثلاث من تکلم بواحدۃ منھن فقد اعظم علی اللہ الفریۃ، قلت : ماھن؟ قالت : من زعم ان محمد ﷺ رأی ربہ فقد اعظم علی اللہ الفریۃ، ---- قالت : ومن زعم انہ یخبر بما یکون فی غد فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ یقول : قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ''(۱۸)

(مسروقؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا: جس نے تین باتیں کیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔

میں نے کہا: وہ باتیں کیا ہیں؟ عائشہؓ نے کہا: کہ جس نے کہا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا۔

میں نے کہا:---- اے اُم المومنین! غور و فکر کر لیجیے اور جلدی نہ کیجیے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس نے اسے اُفق مبین پر دیکھا؟ اور اس (محمد ﷺ) نے (اللہ کو) دوسری مرتبہ بھی دیکھا۔

عائشہؓ نے کہا: میں نے اُمت میں سب سے پہلے اس کے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبریل علیہ السلام) تھے اور میں نے اسے اس کی اصلی صورت تخلیق پر دو مرتبہ دیکھا ہے۔

عائشہؓ نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کو پالیتا ہے اور وہ لطیف اور خبر رکھنے والا ہے اور تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ کسی آدمی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس

سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیجے جو اسے اللہ کے حکم سے وحی کرتا ہے، جو اللہ چاہے۔ بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

عائشہؓ نے کہا: اور جس نے گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ میں سے کچھ چھپالیا۔ اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا اور اللہ فرماتا ہے: اے رسول ﷺ! جو آپ ﷺ کی طرف آپ ﷺ کے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے، اسے پہنچا دو۔ اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہ ہوا۔

عائشہؓ نے کہا: اور جس نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ کل کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا اور اللہ فرماتا ہے: آپ ﷺ کہہ دیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے کوئی نہیں جانتا۔ غیب صرف اللہ کے لیے ہے۔)

حدیث نبوی سے واضح ہے کہ حضرت عائشہؓ نے مسروقؒ کے شبہ کا مناسب جواب دیا۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ اور عبد اللہ بن سلام کے مابین جمعہ کے دن قبول دُعا کی ساعت کے بارے میں درج ذیل مکالمہ ہوا۔

"قال عبداللہ ﷺ! انی لا علم تلک الساعۃ
قال ابوہریرہ ﷺ: فقلت یا اخی حدثنی بھا۔
قال: ھی آخر ساعۃ من یوم الجمعۃ قبل ان تغیب الشمس۔۔۔۔ قال :
قلت: الیس قدسمعت رسول اللہ ﷺ یقول : لا یصادفھا مومن وھو فی الصلوٰۃ۔ ولیست تلک ساعۃ الصلوٰۃ؟۔۔۔۔ قال قلت : بلیٰ، قال :
فھو کذلک"(۱۹)

(عبد اللہؓ بن سلام نے کہا: بے شک میں اس ساعت کو جانتا ہوں۔ ابوہریرہؓ نے کہا: اے بھائی مجھے بھی بیان کر دیں۔ اس نے کہا: وہ ساعت جمعہ کے دن غروبِ آفتاب سے پہلے ہے۔

میں نے اس سے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا مومن نہیں ہوتا جب وہ نماز پڑھ رہا ہو۔ کیا وہ ساعۃ الصلوٰۃ نہیں ہے؟

اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے نماز پڑھی اور دوسری نماز کے اِنتظار میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس نے دوسری نماز کو پالیا میں نے کہا: ہاں۔ یقیناسنا ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا: یہ ہی (ساعۃ الصلوٰۃ) ہے۔)

حدیثِ نبوی ﷺ سے ظاہر ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے ابو ہریرہ ﷺ کے اشکال کا مناسب طریقے سے ازالہ کیا۔ مکالمہ کے دوران اشکال اور شبہات کو دُور کرنا ایک اہم اصول ہے۔

iv۔ عقلی اور منطقی اسلوب

مکالمے میں منطقی اور عقلی مسلمات کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ علم منطق اگرچہ یونانی فلاسفہ کا وضع کردہ ہے۔ تاہم بعد کے ادوار میں مسلم فلاسفہ نے اس فن میں منطق مادی کو متعارف کرایا جو کہ منطق صوری سے زیادہ مفید ہے۔ منطق صوری کے اندر حقائق تک رسائی کے لیے قیاس اور استنتاج پر اعتماد ہوتا ہے۔ منطق مادی میں حقائق تک استقراء اور استنباط کے ذریعے پہنچا جاتا ہے۔ یہ ضابطہ اس لیے زیادہ اہم ہے کہ اس کی مدد سے ایسے عقلی مسلمات سے مکالمے کا آغاز ہوتا ہے جو تمام عقلاء کے ہاں مقبول ہوتے ہیں اور جن کا اِنکار نہیں کیا جاسکتا۔

ضروری ہے کہ گفتگو عقل کے مطابق اور منطقی اصولوں پر مبنی ہو۔ قرآنِ کریم میں مکالمہ کسی خارجی اثر (مثلاً وحی و نبوت) کے زور کے بغیر پوری طرح عقل و منطق پر مبنی نظر آتا ہے کیونکہ جو گفتگو دلائل کی بنیاد پر کی جاتی ہے تو اس سے اظہارِ رائے کی آزادی کو تقویت ملتی ہے اور اس طرح کی گفتگو تعصب و جانبداری سے پاک ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے:

''وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ''(۲۰)

(اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب مجھے دکھادے مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے؟ جواب دیا ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا یہ ہوں کہ میرا دل پوری طرح مطمئن ہو جائے۔)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام عقلی یا منطقی پیرایہ میں مکالمت کرتے ہیں اور عقل کے علاوہ گفتگو میں اثر انداز ہونے والے دوسرے عوامل سے قطع نظر کر لیتے ہیں۔

v۔ حق کی طرف رجوع اور تسلیم خطا

ایک مخلص اور سچے محاوِر کی نشانی ہے کہ وہ غلطی اور کوتاہی ثابت ہو جانے پر حق سے رجوع کر لیتا ہے۔ غلطی یا بھول ہو جانا فطری چیز ہے لیکن غلطی پر اصرار بُری بات ہے۔ خطا کو تسلیم کر کے حق سے رجوع کرنے والوں کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''کل ابن آدم خطاء، و خیر الخطائین التوابون''(۲۱)

(تمام بنی آدم غلطی کرتے ہیں اور بہتر غلطی کرنے والے وہ ہیں جو رجوع کر لیتے ہیں۔)

انسان خطا کا پتلا ہے اس سے غلطی کا اِرتکاب ہو سکتا ہے لیکن مکالمے کے دوران اگر انسان کو اپنی غلطی یاد آ جائے تو اسے فوراً حق و صداقت کی بات تسلیم کرتے ہوئے اپنی غلطی کو مان لینا چاہیے جیسا کہ امام ابو دائود نے ذِکر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مقدامؓ بن معد یکرب، عمرؓ بن اسود اور بنی اسد کا ایک آدمی وفد کی صورت میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے تو حضرت مقدامؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین یہ مکالمہ ہوا:

''یا معاویہ! ان انا صدقت فصدقنی، وان انا کذبت فکذبنی۔

قال: افعل

قال: فانشدک باللہ، ھل سمعت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن لبس الذھب؟

قال: نعم۔۔۔۔ قال: فواللہ! لقد رأیت ھذا کلہ فی بیتک یا معاویۃ۔

فقال معاویۃ: قد علمت انی لن انجو منک یا مقدام۔۔۔۔''(۲۲)

(اے معاویہ: میں (چند باتیں کرنا چاہتا ہوں) اگر وہ سچ ہوں تو مان لینا اور اگر جھوٹ ہوں تو رد کر دینا۔

معاویہ نے کہا: فرمایئے!

مقدام نے کہا: میں تم کو خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کے استعمال سے منع فرمایا ہے؟

معاویہ نے کہا: ہاں۔

مقدام نے کہا: میں تم کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے لباس سے منع فرمایا ہے؟

معاویہ نے کہا: جی ہاں۔

مقدام نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور اس کے بچھانے سے منع فرمایا ہے؟

معاویہ نے کہا: ہاں۔

مقدام نے کہا: خدا کی قسم! میں یہ تمام چیزیں تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں۔

معاویہ نے کہا: مجھ کو یقین ہے کہ میری تمہارے سامنے پیش نہیں چلے گی، چنانچہ اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور حکم دیا کہ مقدامؓ کو ان کے ساتھیوں کی نسبت زیادہ انعام دیا جائے۔)

ہمارے اسلاف یاد دلانے پر اپنی غلطی یا بھول سے رجوع کر لیتے تھے اور اسے اَنا کا مسئلہ نہیں بناتے تھے، جیسا کہ سلیم بن عامر سے مروی ہے کہ امیر معاویہؓ نے رومیوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا ہوا تھا۔ مُدّتِ معاہدہ ختم ہونے سے پہلے ہی حملہ کی تیاری شروع کر دی تا کہ مُدّت گزرتے ہی دُشمن پر حملہ کر دیا جائے۔ فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمروؓ بن عنبسہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور امیر معاویہ سے کہا: ''اللہ اکبر! اللہ اکبر! ایفائے عہد کرنا چاہیے، بدعہدی جائز نہیں۔

امیر معاویہ نے ان سے پوچھا تو کہا:

''انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان بینہ وبین قوم عھد فلا یشد عقدۃ ولا یحلھا حتی ینقضی امدھا او ینبذ الیھم۔۔۔''(۲۳)

﴿جس شخص اور کسی قوم میں عہد ہو تو جب تک عہد کی مُدّت نہ گزر جائے، تب تک اس عہد کو نہ توڑے اور نہ نیا عہد باندھے اور جب عہد

کی مُدّت پوری ہوجائے تو برابری پر عہد کو توڑ دے۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ نے فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔

vi۔ انتظار نہ کہ جلد بازی

مکالمہ کا اہم اصول اِنتظار کرنا ہے کوئی بھی جواب یا ردِّ عمل کا اِظہار کرنے کے لیے اِنتظار کرنا چاہیے جلد بازی نہیں کرنی چاہیے، جیسا کہ حضرت حاطبؓ کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یاحاطب ماھذا؟''

(اے حاطب یہ کیا ہے؟)

''قال لا تعجل علی یا رسول اللہ ﷺ---''(۲۴)

(حاطبؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میرے معاملہ میں جلدی نہ کیجیے---

رسول اللہ ﷺ نے اِنتظار فرمایا اور حضرت حاطبؓ کو اظہارِ خیال کا وقت دیا۔)

اس کی اور مثال حدیث مسروق ہے جیسے حضرت عائشہؓ کے سامنے روایت کیا گیا تو آپؓ نے کہا:

ثلاث مین تکلم بواحدۃ منھن فقد اعظم علی اللہ الفریۃ، فقال لھا: وماھن؟

قالت: من زعم ان محمد ﷺ رأی ربہ فقد اعظم علی اللہ الفریۃ۔

قال: وکنت متکئاً فجلست

فقلت: یاأم المومنین! انظرینی ولا تعجلینی الم یقل اللہ عزوجل ولقد راٰہ بالافق المبین﴿﴾ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ﴿ب﴾----''(۲۵)

(حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں اگر کسی نے ان میں سے ایک بات بھی کہی تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔

اس نے کہا: وہ باتیں کیا ہیں؟

حضرت عائشہؓ نے کہا: جس نے کہا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا۔

اس نے کہا:۔۔۔اے اُم المومنین! غور وفکر کرلیں اور جلدی نہ کریں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اس (محمد ﷺ) نے اس کو اُفق مبین پر دیکھا اور (اسی طرح اللہ کا فرمان) کہ اس نے اسے دوسری بار دیکھا۔)

غور و فکر سے اِنتظار کرنا اور جلد بازی نہ کرنا مکالمہ کا ایک اہم اصول ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ مسئلہ میراث میں اختلافِ رائے کی صورت میں اپنا معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس لے کر حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

(ا)۔ التکویر:۲۳ ب۔ النجم:۱۳

''اتئدا'' ای :﴿اصبرا وانتظر﴾ انشدکم باالله الذی باذنه تقوم السماء والارض۔ اتعلمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال، لا نورث ما ترکنا صدقة۔۔۔''(۲۶)

(اتئداء یعنی صبر کرو اور انتظار کرو۔)

اِنتظار کی اہمیت اور جلد بازی کی ممانعت میں حضرت عمرؓ کے ساتھ پیش آنے والا درج ذیل واقعہ بھی اس کی مثال ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک بار میں نے ہشامؓ بن حکیم بن حزام کو سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ میں ان کی قرأت توجہ سے سننے لگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کئی الفاظ اس انداز سے پڑھ رہے ہیں جس طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے۔ میرا جی چاہا کہ انھیں نماز ہی میں پکڑ لوں لیکن میں نے صبر کیا، حتیٰ کہ انھوں نے سلام پھیر لیا۔ تب میں نے انھیں ان کی چادر سے پکڑ کر کہا! ''آپ کو یہ سورت کس نے سکھائی ہے جو میں نے آپ کو پڑھتے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا: آپ غلط کہتے ہیں جس طرح آپ نے پڑھی ہے، مجھے رسول ﷺ نے اس سے مختلف انداز سے پڑھائی ہے۔ میں انھیں پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے گیا اور عرض کیا: میں نے انھیں سورۃ الفرقان کے کئی الفاظ اِس طرح پڑھتے سنا ہے جس طرح آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انھیں چھوڑ دیجیے اور فرمایا: "ہشام! پڑھیے! انھوں نے سورت اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے انھیں پڑھتے سنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا: عمر!" آپ پڑھیں" میں نے اس طرح پڑھی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے اور پھر ارشاد فرمایا:

ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقرؤا ماتيسر من[۲۷]

(یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے۔ لہٰذا جو طریقہ آسان معلوم ہو اسی طرح پڑھ لیا کرو۔)

vii۔ صیغۂ مجہول کا استعمال

مکالمہ میں صیغۂ مجہول کا استعمال کرنا چاہیے۔ مخاطب کو براہِ راست گناہ گار یا گمراہ نہیں کہنا چاہیے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے مکالمات سے واضح ہے کہ انھوں نے اپنے مخاطبین کو صریح طور پر نہیں کہا کہ تم لوگ ضلالت و گمراہی میں ہو بلکہ اس کے لیے مجہول کا صیغہ استعمال کیا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

"واتنى رحمة من عنده فعميت عليكم"[۲۸]

(اور اس نے مجھے اپنی خاص رحمت سے نوازا اور وہ تم سے پوشیدہ رہی ہے۔)

حضرت نوح علیہ السلام صیغۂ مجہول کا استعمال کرتے ہوئے گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ میں تمہیں نبوت کے عدم اِدراک سے متہم نہیں کر رہا ہوں، بلکہ اس چیز کو موردِ الزام ٹھہرا رہا ہوں جو تمہارے اور نبوت کے درمیان حائل ہو گئی ہے کہ تم اس کا اِدراک نہیں کر سکے۔

رسولِ کریم ﷺ کو صحابہ کرامؓ کی کسی غلطی کا علم ہوتا تو آپ ﷺ ان کے نام کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرتے اور نہ ہی ان کرتے اور نہ ہی ان کی تشہیر کرتے تھے۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

"مابال اقوام يرفعون ابصارهم الى السماء فى صلوتهم لينتهن عن ذلك او لتخطفن ابصارهم"[۲۹]

(ان لوگوں کا کیا معاملہ ہے جو اپنی نگاہوں کو نماز میں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں۔ انھیں اس سے رُک جانا چاہیے مبادا ان کی آنکھیں اُچک لی جائیں گی۔)

امام مسلم نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے:

''قالت: صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امراً فترخص فیہ، فبلغ ذالک ناسا من اصحابہ فکانھم کرھو وتنزھوا عنہ، فبلغہ ذٰلک، فقام خطیبًا، فقال: مابال رجال بلغھم عنی امر ترخصت فیہ فکرھوہ وتنزھوا عنہ، فواللہ! لانا اعلمھم باللہ اشدھم لہ خشیۃ''(۳۰)

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ نے ایک بار کسی معاملے میں رُخصت پر عمل کیا، صحابہؓ میں سے کچھ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے ناپسند کیا اور کنارہ کشی اختیار کی، جب آپ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا! ان لوگوں کا کیا حال ہے جنھیں میرے رُخصت پر عمل کرنے کی بات پہنچی تو انھوں نے اسے ناپسند کیا اور کنارہ کش ہو گئے بخدا میں ان سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور ان سے زیادہ اس سے خوف کھاتا ہوں۔)

viii۔خاموش رہ کر توجہ سے سننا

مکالمہ کے آداب میں حُسنِ سماع بہت اہم ہے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کوئی بھی شخص فنِ کلام میں ماہر نہیں ہو سکتا جب کہ وہ دھیان سے سننے میں مہارت نہ پیدا کرلے۔ قرآنِ کریم نے بھی حُسنِ سماع کی اہمیت وضرورت بیان کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ہَدٰہُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ہُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ''(۳۱)

(جو لوگ بات کو توجہ سے سنتے اور اس میں سے احسن بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی عقل والے ہیں۔)

پوری توجہ اور غور سے سننا ایک تمرینی عمل ہے۔ اس میں مزید مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مکالمہ میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ فریق ثانی کا نقطہ نظر سمجھنے کا بنیادی ذریعہ اور مسائل و اختلافات کے حل کرنے میں مدو معاون ہے۔

اس پہلو سے جب ہم اُسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو حسنِ سماع کے بہترین نمونے پاتے ہیں، جب بھی کوئی آپ ﷺ سے ہم کلام ہوتا تو آپ ﷺ پوری توجہ سے اس کی بات سنتے، چاہے وہ مرد ہو یا

عورت یا بچہ یا خادم۔ آپ ﷺ اپنے مخالفین کی باتیں بھی غور سے سنتے تھے۔ روایت ہے کہ عتبہ بن ربیعہ آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اور کہا:

"اے بھتیجے! تم ہم میں سے ہو اور تم خاندان کی سیادت و قوت اور اس کے نسب کی بلندی سے اچھی طرح واقف ہو۔۔۔ یہ باتیں سننے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو الولید! کہو! میں سن رہا ہوں۔

عتبہ کو جو کہنا تھا۔ اس نے کہا جب وہ اپنی بات کہہ چکا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی بات کہہ چکے؟

عتبہ نے کہا: ہاں۔

تب آپ ﷺ نے اس کے سامنے سورۃ حم السجدہ کی تلاوت شروع کر دی جب آپ ﷺ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے عتبہ سے کہا: اے ابو الولید تم سن چکے، اب تم ہو اور یہ کلام (یعنی غور کرو یہ کیا پیغام دے رہا ہے

عتبہ وہاں سے اُٹھ کر واپس آ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کے چہرے کے آثار دیکھ کر کہا: واللہ! ابو الولید جس چہرے کو لے کر گئے تھے یہ وہ چہرہ نہیں ہے۔

عتبہ نے لوگوں سے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور آپ ﷺ سے جو گفتگو ہوئی ہے اس پر توجہ دیں۔

اس کے ساتھیوں نے اس سے اِنکار کر دیا اور طعنہ دینے لگے کہ اے ابو الولید تم پر اس کی زبان کا جادو چل گیا۔"(۳۲)

اس مکالمہ سے ثابت ہوا کہ رسولِ کریم ﷺ نے عتبہ کی بات کو غور سے سنا اور خلل انداز نہیں ہوئے اور بات پوری ہونے کے بعد اسے مزید کہنے کا وقت دیا کہ شاید کوئی بات رہ گئی یا وہ بھول گیا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ بھی پوچھا کہ اے ابو الولید کیا تمہاری بات پوری ہو گئی؟ یہ آپ ﷺ کا اعلیٰ اخلاق ہے جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مخاطب کو بات کرنے کا پورا موقع دیا جائے اور اس کی بات کو توجہ سے سنا جائے۔

ix۔ تواضع اور اِنکساری

کبریائی اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاص ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

''وَلَہُ الْکِبْرِیَآئُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ''(۳۳)

(اور اسی کی بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست، حکمت والا ہے۔)

اس لیے بندوں کی شان نہیں کہ وہ کبریائی کریں۔ ان کی بندگی کی شان ہی یہ ہے کہ وہ تواضع اور اِنکساری اختیار کریں۔ قرآنِ کریم نے رسولِ کریم ﷺ کو مومنوں کے ساتھ محبت اور تواضع کا حکم دیا ہے:

''وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ''(۳۴)

(اور اپنا بازو ایمان والوں کے لیے جھکا دے)

''وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ'' (۳۵(

(اور اپنا بازو جھکا رکھ ان کے لیے جو تیرے ساتھ ایمان والے ہوتے ہیں۔)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی:

''وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ''(۳۶)

(اور لوگوں سے بے رُخی نہ کر اور زمین پر اِترا کر نہ چل اللہ کسی (اِترانے والے) شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی رفتار میں میانہ روی (اختیار) کر اور (کسی سے بات کرے) تو آہستہ بول (کیونکہ) بُری سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے۔)

آیت مذکورہ میں تواضع اور اِنکساری کے مختلف مظاہر بیان ہوئے ہیں یعنی بات کرنے میں لوگوں سے بے رُخی نہ کی جائے چال ڈھال میں غرور کا شائبہ نہ ہو اور آواز میں تکبر کی وجہ سے رعونت اور کرختگی نہ ہو۔ دورانِ مکالمہ اپنی تعریف اپنے اہل و عیال اور خاندان وغیرہ کے کارناموں کو نہ بیان کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو گفتگو خودستائی پر مبنی ہو اس کا اثر منفی ہو گا۔ قرآنِ کریم نے اپنی پاک بازی کا تذکرہ کرنے سے منع کیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ہُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی'' (۳۷(

(اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ، وہ (اللہ) ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا۔)

علامہ ابنِ کثیر نے اس کی تشریح میں لکھا ہے:

''ای لاتمدحوها وتشکروها وتمنوا باعمالکم''(۳۸)

(یعنی تم لوگ خود اپنی تعریف نہ کرو، اپنا شکریہ نہ ادا کرو اور نہ اپنے کاموں کا احسان جتاؤ۔)

قرآنِ کریم نے ان لوگوں کا تذکرہ کرتے وقت صیغۂ تعجب کا استعمال کیا ہے جو اپنے آپ کو بہت نیک سمجھتے ہیں اور اپنی پاک بازی کے تذکرے کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا''(۳۹)

(ذرا ان کو دیکھو تو جو اپنے آپ کو بڑا پاکیزہ ٹھہراتے ہیں، بلکہ اللہ ہی ہے جو پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔)

رسولِ کریم ﷺ نے بھی دوسروں پر برتری جتانے اور فخر کرنے سے منع کیا ہے:

'''فقال: ان اللہ اوحٰی الیی ان تواضعوا حتی لا یفخر احد علی احد، ولا یبغی احد علی احد''(۴۰)

(فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وحی کی ہے کہ تم لوگ تواضع اور انکساری اختیار کرو، کوئی کسی پر برتری نہ جتائے اور نہ زیادتی کرے۔)

نتیجۃ البحث

مکالمہ بین المسالک کا مقصود یہ ہے کہ فروعی مسائل میں شدت و غلو کا رویہ اپنانے کی بجائے عقائد قطعیہ اور عقائد ظنیہ میں فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔ عصرِ حاضر کے مسائل کے حل کے لیے اسلامی ادارہ ''اجتہاد'' کو فعال بنایا جائے اور موجودہ دور کے سیاسی، معاشی، عسکری اور ثقافتی چیلنجز کا مقابلہ کیا جائے۔ اظہار رائے میں اسوہ انبیاء کی پیروی کی جائے۔ احترام انسانیت کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے فکری انتہا پسندی اور عملی دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے ٹھوس بنیادوں پر منصوبہ بندی کی جائے۔ مختلف مسالک کے علماء اور عوام، مجتہدین امت اور صوفیہ کے پاکیزہ افکار و اعمال کی روشنی میں

اعتدال پسند رویوں اور جذبہ خدمت خلق کو فروغ دیں۔ اختلافِ رائے کے آداب اور حدود کا خیال رکھتے ہوئے مذہبی منافرت سے پرہیز کی جائے۔ قرآن و سنت پر مبنی طریقۂ تعلیم و تبلیغ اختیار کرتے ہوئے بدعات و غلو اور تکفیر سے اجتناب کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ کسی مسلمان کی تضحیک نہ ہو۔

عصرِ حاضر میں تعلیمی میدان میں بہت زیادہ پیش رفت ہو چکی ہے۔ مسلم ممالک تحقیق کے میدان میں مغربی دنیا سے پیچھے ہیں۔ باہم جدل و مناظرہ کی بجائے مسلم عوام اپنی توانائی تعلیم اور تحقیق کے میدان میں صرف کریں تاکہ امتِ مسلمہ کو جو نقصان فرقہ واریت کی وجہ سے ہو رہا ہے اس کی تلافی ممکن ہو سکے۔ مکالمہ بین المسالک کا مقصود اتحاد ملت ہے کیونکہ یہ نہ صرف ایک شرعی تقاضا ہے بلکہ عروج امت اور مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا بنیادی ذریعہ بھی ہے تاکہ مسلم حکمرانوں اور مسلم ممالک کے سیاسی اور مذہبی عناصر کو اسلام اور مسلم دشمن قوتوں کی سازشوں اور ان کے نتائج و عواقب سے آگاہ کر کے انہیں اتحاد ملت کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلایا جائے اور اس غرض کے لیے متحد و متحرک کیا جائے۔

مسلمانوں کے نمائندہ مسالک آئمہ مجتہدین کی اقتداء اور تقلید میں پروان چڑھے ہیں۔ اس لیے ان مسالک میں اختلافِ رائے کی بنیاد آئمہ کرام کے مناہج اجتہاد ہیں۔ تمام آئمہ مجتہدین ملت اور اُمتِ اس ل ام ی ہ ک اس رم ای ہٗ اف ت خ ار ہ ی ں ک ی ون ک ہ ان ہ وں ن ے ت اب ع ی ن ع ظ ام س ے اور ت اب ع ی ن ن ے ص سنت کی تعلیم حاصل کی جو کہ رسول کریم ﷺ کی تعلیمات کے وارث اور معیار حق و باطل ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اُسوۂ رسول ﷺ عمل صحابہ کرامؓ اور فکر آئمہ و مجتہدین ملت کی روشنی میں قرآن و سنت کی تفہیم و تشریح کو مکالمہ بین لمسالک کی بنیاد بنایا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ آل عمران:۱۰۳

۲۔ الروم:۳۱۔۳۲

۳۔ آل عمران:۶۴

۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ریاض: دارالسلام، ۱۹۹۹ء، کتاب الزکوٰۃ، باب توخذ کرائم اموال الناس فی الصدقۃ، رقم الحدیث ۱۴۵۸

۵۔ محبوب رضوی، سیّد، مکتوباتِ نبوی، لاہور: یونائیٹڈ آرٹ پرنٹرز، ۲۰۰۰ء، ص۵۹

۶۔ ابنِ سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت: دارالکتب العلمیہ (س۔ن)، ج۳، ص۹

۷۔ ایضاً، ج۳، ص۱۹

۸۔ ایضاً، ج۱، ص۲۷۵

۹۔ طبری، محمد بن جبیر، التاریخ الطبری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن، ج۳، ص۹

۱۰۔ ابنِ سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۳، ص۱۵

۱۱۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ لعھد النبوی الخلافۃ الراشدہ، مطبعۃ الجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، ۱۹۵۶ء، ص۵۰

۱۲۔ ابنِ قیم، محمد ابی بکر، زاد المعاد، بیروت: موسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر، ۱۴۰۱ھ، ج۳، ص۶۱

۱۳۔ البقرہ: ۱۱۔۱۳

۱۴۔ طبری، محمد بن جبیر، جامع البیان عن تاویل القرآن، مصر، المکتبۃ البابی الحلبی، ۱۳۸۸ھ، ج۲، ص۱۴۱

۱۵۔ الاعراف: ۶۰

۱۶۔ الاعراف: ۶۰۔۶۲

۱۷۔ الاعرف: ۶۶۔۶۷

۱۸۔ مسلم، حجاج بن مسلم، الجامع الصحیح، ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء، کتاب الایمان، رقم الحدیث ۲۸۷

۱۹۔ نسائی، عبد الرحمن احمد بن شعیب، السنن، ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء، کتاب الجمعۃ، رقم الحدیث ۱۴۳۰

۲۰۔ البقرہ: ۲۶۰

۲۱۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء، باب القیامۃ، رقم ۳۴۹۹

۲۲۔ ابو دائود، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، السنن، ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، رقم الحدیث ۱۴۳۱

۲۳۔ ایضاً، کتاب الجہاد، باب فی الامام یکون بینہ وبین العدو عہد فیسیر نحوہ، رقم ۲۷۵۹

۲۴۔ بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث ۳۹۸۳

۲۵۔ مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث، ۲۸۷، ترمذی، کتاب التفسیر، رقم الحدیث ۳۲۷۸

۲۶۔ بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث، ۴۱۴۶

۲۷۔ بخاری، کتاب الفضائل، باب انزل القرآن علیٰ سبعۃ احرف، رقم الحدیث ۶۹۹۲

۲۸۔ ھود: ۲۸

۲۹۔ بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۷۵۰

۳۰۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسماء صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۲۳۵۶

۳۱۔ الزمر: ۱۸

۳۲۔　ابن ہشام، عبد الملک بن عبد الملک بن ایوب، السیرۃ النبویۃ، تحقیق، طٰہٰ عبد الرئوف سعد، بیروت: دار الجبل، ۱۴۱۱ھ، ج۲، ص ۱۳۰۔۱۳۱

۳۳۔　الجاثیہ: ۳۷

۳۴۔　الحجر: ۸۸

۳۵۔　الشعراء: ۲۱۵

۳۶۔　لقمان: ۱۸۔۱۹

۳۷۔　النجم: ۳۲

۳۸۔　ابنِ کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۲۴ھ، ج۳، ص۴۹

۳۹۔　النساء: ۴۹

۴۰۔　مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب اثبات عذاب القبر والتعوذ منہ، رقم الحدیث ۲۸۶۵